شائستہ مشتاق؍
ڈاکٹر محمد آصف اعوان

طاہرہ کی غزل کے چند منتخب تراجم

"Qurat-ul-Ain Tahira is the most popular and controversial poet of Persian literature. Due to her rebellious thoughts and provoking poetry, she was martyred in her youth. She was bold, beautiful and courageous. Her ideas were confronting the contemporary religious values and norms. Tahira was a great champion of feminism. She is admired all over the world by virtue of her beautiful melodious poetry. In this article some of the translations of her most popular ghazal "Chehra Bachehra Rubru" are discussed in a brief way."

قرۃ العین طاہرہ کا شمار فارسی ادب کے درخشاں ستاروں میں ہوتا ہے اگر طاہرہ کو ایران کی سب سے بڑی شاعرہ کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔قرۃ العین طاہرہ محمد علی باب کی پیروکار تھیں۔وہ حسن و جمال میں اپنا ثانی نہ رکھتی تھیں اور علم و ادب میں بھی اپنی مثال آپ تھیں۔

طاہرہ ایک شعلہ نوا شاعرہ، بلند آہنگ مبلغہ اور حقوق نسواں کی زبردست علم بردار تھیں۔ بانی مذہب کی تبلیغ اور اپنے ہی باپ اور شوہر سے مذہبی مناقشت کے باعث طاہرہ کو اندر اور باہر سے ان گنت مصائب اور مشکلات کا سامنا کرنا پڑا اور قاچاری دور کی اس شاعرہ کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔

یوں تو طاہرہ کا سارا کلام سراپا انتخاب ہے لیکن طاہرہ کی ایک غزل کو لا زوال شہرت نصیب ہوئی۔طاہرہ کی اس شہرہ آفاق غزل کو حضرت علامہ اقبال نے "جاوید نامہ" میں نقل کیا ہے۔

"اقبال نے قرۃ العین طاہرہ کی آواز کو اپنی نواؤں میں شامل متصور کیا ہے جو شجاعت و شہامت کا پیغام اور انقلابی فکر و عمل کی دعوت دیتی ہیں اور روح کو ثبات بخشتی ہیں۔"(۱)

طاہرہ کی یہ مشہور غزل ملاحظہ کیجئے:

نوائے طاہرہ
گر بتو افتدم نظر چہرہ بہ چہرہ رُوبرو
شرح دہم غمِ ترا نکتہ بہ نکتہ موبمو!
از پئے دیدنِ رخت ہمچو صبا فتادہ ام
خانہ بخانہ در بدر کوچہ بکوچہ کوبکو!
می رود از فراقِ تو خونِ دل ازدو دیدہ ام
دجلہ بدجلہ یم بہ یم چشمہ بہ چشمہ جُوبجو!
مہر ترا دل حزیں بافتہ برقماشِ جاں
رشتہ بہ رشتہ نخ بہ نخ تار بہ تار پو بہ پو!
در دلِ خویش طاہرہ گشت و ندید جز ترا
صفحہ بہ صفحہ لا بہ لا پردہ بہ پردہ تو بہ تو!(۲)

بلا شبہ طاہرہ کی یہ غزل سوز و گداز، ترنم اور آہنگ میں اپنی مثال آپ ہے۔اس غزل کی مقبولیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ دنیا کی بہت سی زبانوں میں‌اس کا منظوم و منثور ترجمہ کیا گیا ہے۔میرے پیش نظر اردو اور پنجابی کے چند تراجم ہیں۔

فرزند اقبال ڈاکٹر جاوید اقبال علامہ کی فکری میراث کے امین ہیں۔انھوں نے اپنے والد گرامی کے پیغام کی ترویج و تفہیم کے لیے زبردست کوشش کی۔ڈاکٹر جاوید اقبال اردو اور انگریزی میں متعدد کتابوں کے مصنف ہیں۔اقبالیاتی ادب میں خاص طور پر زندہ رود کی وجہ سے وہ ایک خاص مقام و مرتبے کے حامل سمجھے جاتے ہیں۔

جاوید اقبال صاحب نے جہاں تقریباً گیارہ (۱۱) کے قریب کتابوں کی تصنیف و تالیف کی ہے وہاں علامہ اقبال کی لازوال فارسی کتاب جاوید نامہ کا نثری ترجمہ بھی کیا ہے۔جاوید نامہ علامہ محمد اقبال کی کتابوں میں فکری و علمی اعتبار سے بہت بلند پایہ تصنیف ہے۔اس کتاب میں علامہ اقبال اپنے روحانی پیر و مرشد رومی کے ساتھ ہفت افلاک کی سیر کرتے ہیں۔ان افلاک پر علامہ بہت سے نامور فلسفیوں، شاعروں، مذہبی پیشوائوں‌سے ملاقات کرتے ہیں۔فلک مشتری پر ان کی ملاقات حسین بن منصور حلّاج،

غالب اور قرۃ العین طاہرہ سے ہوتی ہے۔رومی نے طاہرہ کا تعارف کرواتے ہوئے طاہرہ کو خاتونِ عجم کے نام سے پکارا جو آج طاہرہ کی پہچان ہے۔بقول ڈاکٹر صدیق شبلی:

"علامہ اقبال نے طاہرہ کی بے باکی کو "جاوید نامہ"میں سراہا اور وہاں اس شاعرہ کی ایک غزل کو نقل فرمایا ہے۔"(۳)

جاوید نامہ میں طاہرہ کی مشہور غزل کے پانچ اشعار دیئے گئے ہیں۔ان اشعار کا ترجمہ ڈاکٹر جاوید اقبال نے اپنی تصنیف "جاوید نامہ" کے نثری تراجم میں کچھ اس طرح کیا ہے:

نوائے طاہرہ

"اگر تجھ پر میری نگاہ ایسے پڑے کہ تیرا چہرہ میرے سامنے ہو اور میرا چہرہ تیرے رو برو۔ تو تیرے عشق کا غم میں نکتہ بہ نکتہ اور مو بہ مو تفصیل کے ساتھ تجھے بیان کر دوں۔میں تیرا چہرہ دیکھنے کی غرض سے ہوا کی طرح پھرتی ہوں، خانہ بخانہ ، دربدر، کوچہ بکوچہ، کوبکو، تیرے فراق میں دونوں آنکھوں سے میرے دل کا خون بہہ رہا ہے، دجلہ بہ دجلہ، یم بہ یم، چشمہ بہ چشمہ، جو بجو، میرے افسردہ دل نے تیری محبت کو جان کی ریشمی چادر پر بن رکھا ہے۔رشتہ بہ رشتہ، نخ بہ نخ، تار بہ تار، پو بہ پو، طاہرہ اپنے دل میں صفحہ بہ صفحہ، ورق بہ ورق، پردہ بہ پردہ، تہہ بہ تہہ گھومتی رہی لیکن تیرے سوا اسے کچھ دکھائی نہ دیا۔"(۴)

مندرجہ بالا ترجمے پر سرسری نظر ڈالنے سے معلوم ہوگا کہ ڈاکٹر جاوید اقبال نے طاہرہ کی غزل کا انتہائی سادہ اور سلیس لفظی ترجمہ کیا ہے اور انتہائی ضرورت کے تحت کسی لفظ کا اضافہ کیا ہے۔ اس ضمن میں دلچسپ بات یہ ہے کہ انھوں نے پانچوں اشعار کے دوسرے مصرعے کو بعینہ لکھ دیا ہے اور ان مصرعوں کا ترجمہ کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کی حالانکہ مصرعوں کے اندر بھی بعض تراکیب تشریح طلب ہیں ایک عام قاری اس نثری ترجمے کا مطالعہ کرتے ہوئے ان تراکیب کی وضاحت چاہتا ہے مثلاً دجلہ بہ دجلہ، یم بہ یم یا نخ بہ نخ،کو بہ کو، لا بہ لا، جیسی تراکیب عام اردو دان طبقے کے لیے اتنی آسان نہیں ہیں۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جاوید اقبال صاحب نے جب نثری ترجمے کا دعویٰ کیا ہے تو انھوں نے ان تراکیب کی وضاحت کیوں نہیں کی۔اس ضمن میں قیاساً یہ کہا جا سکتا ہے کہ شاید انھوں

نے اس غزل کا نثری ترجمہ کرتے ہوئے اس لیے دوسرے مصرعے کا ترجمہ نہیں کیا تا کہ اس غزل کے اندر جو ترنم، غنائیت موجود ہے وہ نثر میں ڈھلتے وقت متاثر نہ ہو جو طاہرہ کی اس فارسی غزل کا اہم حصہ ہے۔

اسی طرح اس بات کی بھی وضاحت نہیں کی گئی ہے کہ اس میں کتنی تراکیب کا استعمال ہوا ہے۔طاہرہ کی اس غزل کے دوسرے تراجم میں لفظی ترجمے کے بجائے شاعر نے اپنی تخلیقی صلاحیتوں کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس غزل کو ایک نیا روپ عطا کیا جس سے اس غزل کی خوبصورتی میں اضافہ ہوا ہے۔اسی وجہ سے اس ترجمے کو پڑھتے ہوئے قاری کو اس کی تفہیم کے وقت ایک تشنگی کا احساس رہتا ہے۔لیکن اس بات سے انکار ممکن نہیں ہے کہ اس نثری ترجمے کی اہمیت اس بات میں مضمر ہے کہ نثر میں طاہرہ کی اس مشہور فارسی غزل کا یہ پہلا اردو ترجمہ ہے۔

احمد فرازؔ کا شمار جدید وعہد کے مقبول ترین شعراء میں ہوتا ہے۔ان کی شاعری میں ایک نیا طرز احساس اور جدید رنگِ بیان ملتا ہے۔احمد فرازؔ الفاظ کے چناؤ اور ان کے استعمال کے فن سے مکمل طور پر آگاہ ہیں۔

بقول ڈاکٹر ارشد محمود ناشاد:

"ان کی غزل، غزلیہ روایت کی امین اور پاسدار ہے، انھوں نے نئے طرز احساس اور جدید رنگ بیان سے اس روایت میں بھرپور اضافہ کیا ہے۔"(۵)

طاہرہ کی مشہور زمانہ غزل کا ترجمہ جو ان کی کلیات "شہر سخن آراستہ ہے" میں شامل ہے ان کے اسی جدید رنگ بیان کا ثبوت ہے۔فراز کی ترجمہ کردہ غزل ملاحظہ کیجئے:

نذرِ قرۃ العین طاہرہ

تجھ پہ اگر نظر پڑے تو جو کبھی ہو رُو برو
دل کے معاملے کروں تجھ سے بیان دو بدو

ہے تیرے غم میں جانِ جاں آنکھوں سے خونِ دل رواں
دجلہ بہ دجلہ یم بہ یم چشمہ بہ چشمہ جُو بہ جُو

بس مجھے جستجو تری مثلِ صبا لئے پھری
شہر بہ شہر در بدر قریہ بہ قریہ کُو بہ کُو

قوسِ لب و خمِ دَہن، رُخ پہ وہ زلفِ پُر شکن
غنچہ بہ غنچہ گُل بہ گُل لالہ بہ لالہ بو بہ بو

دامِ خیالِ یار کے ایسے اسیر ہم ہوئے
طبع بہ طبع دل بہ دل مہر بہ مہر خو بہ خو

ہم نے لباس درد کا قالبِ جاں پہ سی لیا
رشتہ بہ رشتہ نخ بہ نخ تار بہ تار پو بہ پو

نقش کتابِ دل پہ تھا ثبت اسی کا طاہرہؔ
صفحہ بہ صفحہ لا بہ لا پردہ بہ پردہ تو بہ تو

شیشۂ ریختہ میں دیکھ لعبتِ فارسی فرازؔ
خال بہ خال خد بہ خد نکتہ بہ نکتہ ہو بہ ہو[۶]

بحیثیت مجموعی اگر فراز کے اس ترجمے کا جائزہ لیا جائے تو یہ بات فوری طور پر قاری کے ذہن میں آتی ہے کہ فراز نے ترجمہ کرتے وقت الفاظ کا انتہائی مناسب چناؤ کیا ہے۔

اس ترجمے میں طاہرہ کی فارسی غزل کی طرح آہنگ اور ترنم موجود ہے فراز نے ترجمہ کرتے وقت اس کی غنائیت کو متاثر نہیں ہونے دیا۔

اس پوری غزل میں فارسی رجحان ہی غالب نظر آتا ہے فراز نے زیادہ تر فارسی تراکیب کو نہ صرف فارسی تراکیب سے بدلا ہے بلکہ طاہرہ کی غزل کی فارسی بحر کو بھی برتا ہے۔اس طرح فراز نے اس ترجمے کو کرتے وقت بڑا ہی آسان راستہ اختیار کیا ہے۔فراز نے اس غزل میں اپنی محبوب ترکیب ''جانِ جاں'' کو بھی استعمال کیا ہے:

ع ہے تیرے غم میں جانِ جاں آنکھوں سے خونِ دل رواں[۷]

فراز نے اس ترجمے میں طاہرہ کی غزل کے ۷ مصرعوں کو استعمال کیا ہے۔اس غزل کے مطلع کے دونو ں مصرعے طاہرہ کی غزل سے نہیں بلکہ مترجم نے اپنی افتادِ طبع سے کام لیا ہے۔

فراز کی اس ترجمہ شدہ غزل میں اندرونی قوافی کا استعمال بھی نظر آتا ہے۔مثال کے طور پر:

ع　　تجھ پہ اگر نظر پڑے تو جو کبھی ہو رُو برو(۸)

دیگر اندرونی قوافی دیکھیے:

ع　　جاں ، رواں ، تری ، پھری ، کے ، ہوئے ، کا ، لیا

اسی طرح غزل میں بسرام کا استعمال بھی انتہائی مہارت اور خوبصورتی سے کیا گیا ہے جیسے:

ع　　بس مجھے جستجو ترِی مثلِ صبا لیے پھری(۹)

فراز کا یہ ترجمہ بحیثیت مجموعی ایک خوبصورت کاوش قرار دیا جا سکتا ہے۔

شریف کنجاہی کا اصل نام محمد شریف خان تھا۔ آپ بطور استاد مختلف تعلیمی دسگاہوں سے وابستہ رہے۔پروفیسر شریف کنجاہی استاد ہونے کے ساتھ ساتھ پنجابی اردو کے ممتاز ادیب، شاعر، ماہر لسانیات، محقق اور مترجم تھے۔آپ اردو، پنجابی اور فارسی میں مختلف تصانیف کے مصنف ہیں۔

آپ نے بحیثیت مترجم قران پاک کا پنجابی میں ترجمہ بھی کیا ہے جو بحیثیت مترجم پنجابی زبان میں ان کی دسترس کا واضح ثبوت ہے۔ریاض احمد کے بقول:

"اردو کے اچھے بھلے شاعر ہوتے ہوئے انہوں نے پنجابی کو درخواعتنا سمجھا اور شعر، نثر، تنقید، تحقیق، لسانیات اور تراجم غرض کوئی شعبہ ادبی سرگرمی کا ایسا نہ تھا جس میں انھوں نے بھرپور کردار ادا نہ کیا ہو۔"(۱۰)

شریف کنجاہی نے علامہ اقبال کی تصنیف جاوید نامہ کا ترجمہ پنجابی زبان میں انتہائی خوبصورتی سے کیا ہے جس میں قرۃ العین کی فارسی غزل کا ترجمہ بھی شامل ہے جو درج ذیل ہے:

جس دن رج کے تکاں تیرے مکھ تے نظر ٹکاواں
تیرے غم دی نِکی وڈی اک اک کھول سناواں
تیرے درس لئی میں بُوائے بُوائے مثل صبا دے
گھر گھر گلیاں گلیاں کُچھاں کُچھاں دھکے کھاواں
دل دا خون فراق ترے وچ میں چشماں دے وچوں
ساگر، چشمے، ندیاں تے دریاواں وانگ وگاواں

دل اُداس پیار ترا اِنج جند دی تانی اُنیا
اک اک تند تے اک اک دھاگے وچ اوسے نوں پاواں
طاہرہ دل اپنا بھویا تجھ بن کج نہ دسیا
صفے صفے تے ورقے ورقے سی تیرا ای ناواں(۱۱)

شریف کنجاہی کے اس ترجمے میں جو پہلی بات جو نہ صرف قاری کو اس کی طرف مائل کرتی ہے بلکہ اس کو احمد فراز اور ڈاکٹر جاوید اقبال کے تراجم سے منفرد بناتی ہے وہ لفظی ترجمے کے بجائے ان کا تفہیمی انداز ہے۔

ڈاکٹر جاوید اقبال کے نثری ترجمے اور احمد فراز کی غزل کے برعکس کنجاہی صاحب نے مکمل طور پر طاہرہ کی غزل کا ترجمہ کیا ہے۔انھوں نے اس ترجمے میں مفہوم تو وہی رکھا ہے لیکن اس مفہوم کو بیان کرنے کے لیے مناسب الفاظ ، خوبصورت تراکیب کا چناؤ کیا ہے۔اسی وجہ سے یہ غزل بحیثیت مفہوم تو طاہرہ کی غزل کا پرتو ہے لیکن اس کو نیا پیرہن شریف کنجاہی نے عطا کیا ہے جو بحیثیت مترجم اور ماہر لسانیات ان کی مہارت کا ثبوت ہے۔

شریف کنجاہی نے دوسرے دونوں تراجم کے برعکس طاہرہ کی غزل کے قوافی سے بھی انحراف کیا ہے جیسے ٹکاواں اور سناواں دونوں قوافی طاہرہ کی فارسی غزل سے الگ ہیں۔

جس دِن رج کے تکاں تیرے مُکھ تے نظر ٹکاواں
تیرے غم دی نِکی وڈی اک اک کھُول سُناواں(۱۲)

جب کہ احمد فراز نے طاہرہ کے ہی برتے گئے قوافی اپنی غزل میں استعمال کیے ہیں۔جاوید اقبال نے بھی اپنے نثری ترجمے میں ان ہی قوافی کو استعمال کیا ہے جس سے قاری تشنگی اور تازگی کا وہ احساس محسوس ہوتا اس کے برعکس شریف کنجاہی کی غزل میں نئے قوافی اور تراکیب برتنے کے باعث قاری کو تازگی کی کیفیت محسوس ہوتی ہے۔

فرازؔ کی غزل کے برعکس شریف کنجاہی کی غزل پر فارسی رنگ کے بجائے پنجابی رنگ حاوی ہے۔اس میں پنجابی کی مخصوص چاشنی موجود ہے۔جو بحیثیت مترجم شریف کنجاہی کی قادر الکلامی کا ثبوت ہے۔

اس پوری غزل کو پڑھ کر یہ محسوس ہوتا ہے کہ شریف کنجاہی کو نہ صرف طاہرہ کی لفظیات کا مکمل ادراک ہے بلکہ ان الفاظ کے پنجابی مترادفات پر بھی مکمل عبور ہے۔وہ لفظوں کے پارکھ اور نبّاض ہیں جو ان کی اس ترجمہ شدہ غزل سے مظہر ہے بلا شبہ شریف کنجاہی کا یہ ترجمہ نہ صرف اقبال بلکہ طاہرہ کو بھی زبردست خراج عقیدت پیش کرتا ہے۔اس طرح کے تراجم سے زبان زیادہ وسیع اور ثروت مند ہوتی ہے۔

طاہرہ کی غزل کے ان تراجم پر سرسری نگاہ ڈالنے سے معلوم ہوگا کہ ہر زبان کے ادبا اور شعراء نے طاہرہ کی اس غزل کو ترجمہ کر کے طاہرہ کے حضور خراج عقیدت پیش کیا ہے۔طاہرہ کی یہ غزل اپنی رواں دواں اور مترنم بحر، نادر تراکیب اور اچھوتے قوافی کے باعث نہ صرف فارسی ادب کے ماتھے کا جھومر ہے بلکہ عالمی ادب میں بھی اسے نہایت ارفع و اعلیٰ مقام حاصل ہے۔

حوالہ جات

۱۔ہمدانی، احمد سعید، سید،غالب و حلاج و خاتونِ عجم، لاہور: زاویہ پبلشرز،ص:۱۱۵

۲۔محمد اقبال، علامہ، ڈاکٹر، جاوید نامہ، شیخ غلام علی اینڈ سنز تاجران کتب،لاہور طبع چہارم، ۱۹۵۹،ص:۱۳۸تا۱۳۷

۳۔محمد ریاض، ڈاکٹر، صدیق شبلی،ڈاکٹر،فارسی ادب کی مختصر ترین تاریخ، سنگِ میل پبلی کیشنز،لاہور۲۰۱۱، ص:۱۲۱

۴۔جاوید اقبال، ڈاکٹر، جاوید نامہ اقبال(نثری ترجمہ)، سنگِ میل پبلی کیشنزلاہور،۲۰۱۴ئ،ص:۹۲

۵۔ناشاد،ارشد محمود ، ڈاکٹراردو غزل کا تکنیکی، ہیتی اور عروضی سفر، مجلس ترقی ادب،لاہور، ۲۰۰۸ئ،ص:۲۵۹

۶۔شہر سخن آراستہ ہے (کلیات)، اسلام آباد: دوست پبلی کیشنز،لاہور،۲۰۱۳ئ،ص:۱۷۶۰۔۱۷۵۰

۷۔ایضاً،ص:۱۷۵۹ء

۸۔ایضاً

۹۔ایضاً

۱۰۔مشمولہ: چہار سُو،جلد نمبر ۱۰، ماہنامہ، راولپنڈی:فیض الاسلام پرنٹنگ پریس، مئی ،جون ۲۰۰۱ئ،ص:۴۷

۱۱۔جاوید نامہ منظوم پنجابی ترجمہ، مترجم: پروفیسر شریف کنجاہی، مجلس ترقی ادب لاہور،۱۹۷۷ئ،ص:۱۲۴،۱۲۵

۱۲۔ایضاً،ص:۱۲۴